کانچ کے رشتے

اسماء قادری

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچ کے رشتے

اسماء قادری

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود تمام ناولز بالکل مفت ہیں۔اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ وہ لوگ جو وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈائونلوڈ کر لیں۔اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔مزید معلومات کے لئے، سُپر موڈز: روشنی، بسمہ، حسیب یا مینجمنٹ وقار سے رابطہ کریں،

شکریہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچ کے رشتے

”مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے‘ یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پائوں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پائو۔“ (سورۃ النور‘ آیت 31)

جوں جوں الفاظ اس کی نگاہوں کے سامنے سے گزر رہے تھے۔اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔آنسو قطار در قطار اس کے صبیح رخساروں پر بہہ رہے تھے ایک پچھتاوا اور احساس ندامت تھا جس نے اس کی ذات کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔

”اے میرے ربّ! یہ میں نے کیا کیا؟ میں کیوں غفلت کی زندگی گزارتی رہی۔تُو نے تو سب کچھ بہت واضح لفظوں میں اپنی اس مقدس کتاب میں لکھ دیا تھا پر میں ہی نادان تھی جو تیرے احکامات سے غافل رہی۔کیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کروں؟ کس سے کہوں؟ دل ہے کہ جیسے کسی گہری کھائی میں گرا جا رہا تھا۔ ہر سو گھپ اندھیرا ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ ایسے میں کروں تو کیا کروں؟ کیا گناہوں کی دلدل میں ڈوبے شخص کے پاس ایسا کوئی راستہ ہوتا ہے کہ وہ اس سے نجات حاصل کر سکے؟'' اس نے بہت مضطرب ہو کر اپنے ربّ کو پکارا تھا۔

''اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔'' جواباً بہت قریب سے صدا سنائی دی تھی۔ یہ لفظ گھٹاٹوپ اندھیرے میں روشنی کے ایک دھارے کی صورت اس کے دل تک پہنچے تھے اور ڈوبتے دل کو ڈھارس دی تھی۔

''ہاں' ابھی توبہ کا در کھلا ہے۔ ابھی بہت دیر نہیں ہوئی۔ ابھی نجات ہو سکتی ہے۔'' اس خیال کے آتے ہی وہ سجدے میں گر گئی اور گڑگڑا کر اللہ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگنے لگی۔ وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ شدت گریہ سے اس کا پورا وجود ہچکولے کھا رہا تھا۔

...☆☆☆...

''آہ! یہ میں نے کیا کیا! میں کس طرح اپنے مقام سے اتنا گر گیا؟ میں بصیر رضا جسے اپنے کردار کی پختگی پر بے پناہ بھروسہ تھا۔ کیسا کچا ثابت ہوا۔ اتنی بلندی سے گرا ہوں کہ لگتا ہے پوری ہستی کانچ کے ٹکڑوں کی طرح بکھر کر رہ گئی ہو۔ میں جو خود اپنے آپ سے نظر ملانے کے لائق نہیں رہا کسی اور کے سامنے کس طرح سینہ تان کر کھڑا ہو سکوں گا۔ اور وہ' جس کے دل میں' نگاہوں میں' میرے لیے صرف پیار ہی پیار تھا۔ عزت ہی عزت تھی اس کی نفرت بھری نگاہوں کا سامنا کس طرح کر سکوں گا' اس کا دل جو کسی آبگینے کی طرح تھا۔ اس کے ٹوٹے ٹکڑوں کو کس طرح سمیٹ سکوں گا؟ وہ تو مریم تھی۔ مقدس' پاکیزہ اور معصوم، اور میں...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں بصیر رضا اس کے لیے کیا ثابت ہوا؟ ''شیطان!'' صرف اور صرف شیطان جس کے نزدیک کسی بھی شے اور رشتے کو اپنے نفس کی خاطر پامال کر ڈالنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وہ نازک سی گڑیا جو انگلی کٹ جانے پر بھی چیخ چیخ کر روتی تھی۔ اتنا بڑا زخم کیسے سہہ سکی ہو گی؟ ایسی چوٹ تو کسی پتھر کو لگے تو وہ بھی ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اس کانچ سے بھی نازک لڑکی نے کیسے اس چوٹ کو سہا ہو گا؟ میں جو کبھی اس کے ہر درد کی دوا ہوا کرتا تھا۔ اب چاہوں بھی تو اس کا یہ درد نہیں بانٹ سکتا۔ وہ جس پر اپنا سب کچھ نثار کر دینے کا جذبہ اپنے دل میں رکھتا تھا۔ اب چاہوں کہ اپنے جسم کا ایک ایک ریشہ جدا کر کے بھی اس کے ہونٹوں پر پہلی سی معصوم ہنسی لوٹا سکوں تو نہیں لوٹا سکتا۔'' بے بسی کی انتہا پر کھڑا بصیر رضا' خود اپنے ہی ضمیر کی عدالت میں مجرموں کی طرح سر جھکائے موجود تھا۔

...☆☆☆...

''لو بیٹا! منہ میٹھا کرو۔' دس سالہ بصیر ابھی اسکول سے گھر پہنچا ہی تھا کہ اماں نے ایک بڑا سا گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دیا۔ خوشی ان کے چہرے سے روشنی کی کرنوں کی طرح پھوٹ رہی تھی۔ بصیر حیرت سے ماں کا چہرہ تکنے لگا۔ اتنا خوش تو اس نے ماں کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ تو عموماً بڑی چپ چپ رہا کرتی تھیں۔ ہاں بصیر کے رزلٹ والے دن خوشی کی ایک ہلکی سی کرن ضرور ان کے چہرے پر چمکتی تھی لیکن آج تو عالم ہی کچھ اور تھا۔ خوشی کا اتنا بے ساختہ اظہار کرتا ان کا چہرہ بصیر کو حیرت سے گنگ نہ کرتا تو کیا کرتا۔ اماں جو اپنی خوشی میں مگن تھیں اس کا حیرت زدہ چہرہ دیکھ کر ایک دم ہی ہنسنے لگیں پھر بولیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بیٹا! تم یونیفارم بدل کر منہ ہاتھ دھولو' میں تمہارے لیے کھانا نکالتی ہوں پھر ہم اسپتال چلیں گے۔ وہاں اللہ نے تمہارے لیے ایک ننھی بہن بھیجی ہے۔" لیکن وہ اب بھی چپ چاپ کھڑا تھا۔

اچانک کسی ننھی بہن کی آمد کی اطلاع اس کے لیے بہت زیادہ حیرت انگیز تھی۔ تب ہی اماں نے اس کی حیرت دور کرتے ہوئے بتایا کہ "اللہ نے تمہارے ناصر ماموں کو بیٹی کی دولت سے نوازا ہے۔ بڑے برسوں میں ہزاروں دعاؤں کے بعد یہ دن دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ اللہ میرے بھائی کی اس خوشی کو سلامت رکھے اور بچی کی خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے (آمین)۔" وہ ساتھ ہی ساتھ بھائی کے لیے دعائیں بھی کرتی جا رہی تھیں اور کیوں نہ کرتیں آخر یہی بھائی تو تھا جس نے اس کڑے وقت میں جب ان کے شوہر رضا احمد ایک کار ایکسیڈنٹ میں دنیا سے منہ موڑ گئے تھے اور سسرالی عزیزوں نے عدت کی مدت پوری ہوتے ہی سب کچھ چھین کر اپنے گھر سے نکال دیا تھا اسی بھائی نے انہیں سہارا دیا تھا۔ بصیر اس وقت صرف دو سال کا تھا۔ بھری جوانی میں بیوگی اور سسرال سے ٹھکرائے جانے کا دکھ دل میں سمیٹے رخشندہ کو سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر وہ تن تنہا اس معصوم جان کی پرورش کس طرح کریں گی۔ کسی قسم کا زیور یا روپیہ پیسہ ان کے پاس نہ تھا۔ وہ بالکل خالی ہاتھ تھیں اور میکے کی دہلیز پر لوٹنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس بری گھڑی میں ان کے بھائی ناصر حسین نے انہیں تھاما اور امان دی۔ ماں باپ تو ان کے عرصہ ہوا فوت ہو چکے تھے۔ کوئی اور بہن بھائی بھی نہ تھا۔ لے دے کر ان سے عمر میں سات سال بڑے ناصر حسین ہی تھے جن کی شادی ان سے پانچ سال پہلے ہی ہو چکی تھی لیکن خدا کی نہ جانے کیا مصلحت تھی کہ وہ ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ جوان بیوہ بہن کا غم ناصر حسین کو خون کے آنسو رلاتا تھا۔ ادھر ان کی بیگم نور جہاں تھیں جنہیں نند کا یوں اپنے گھر آ کر رہنا ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔ انہیں یہ خدشہ تھا کہ رخشندہ جو اپنے بھائی کی بہت چہیتی ہے۔ ان کی راج دھانی پر اپنا قبضہ جما لے گی۔ وہ گھر جس کی وہ بلا شرکت غیرے مالک ہیں اس پر ان کے سوا بھی کوئی اور راج کرنے لگے گا۔ دراصل اولاد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے محرومی نے انہیں عدم تحفظ کا شکار کر دیا تھا اور ناصر حسین کی تمام تر توجہ اور محبت کے باوجود ہر دن ان کا یہ خدشہ بڑھتا جا رہا تھا کہ ناصر اب ان سے پہلی سی محبت نہیں کرتے۔ ناصر حسین نے جب یہ حالات دیکھے تو پڑوس کا گھر جو ان دنوں برائے فروخت تھا بصیر کے نام سے خرید کر رخشندہ کو اس میں شفٹ کر دیا۔ گو کہ پیسے کے اس زیاں پر ان کی بیگم نے بڑا شور مچایا تھا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر ان کی زبان بند کر دی کہ "یہ مکان میں نے اپنے پیسے سے نہیں بلکہ ابا میاں کی چھوڑی ہوئی رقم سے خریدا ہے جس پر رخشندہ کا بھی پورا پورا حق ہے۔"

وقت دھیرے دھیرے ہی سہی آگے بڑھا تھا۔ ناصر حسین اولاد کی کمی کو بصیر کے وجود سے پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اکثر اس کے لیے کتابیں کپڑے اور کھلونے وغیرہ لاتے رہتے تھے جو ان کی بیگم کو ناگوار گزرتا اور وہ میاں کو تو کچھ نہیں نند کو ہی باتوں باتوں میں طنزیہ انداز میں کچوکے لگاتی رہتیں۔ رخشندہ بھی کوئی ناسمجھ نہیں تھیں۔ سب کچھ سمجھتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ کوئی ملازمت کر کے اپنا بوجھ خود اٹھا لیں اور بھائی کو ان سب نوازشات سے روک دیں لیکن ہر بار ہی بھائی کی پرخلوص محبت کے آگے ہار جاتی تھیں۔

آج اسی پیارے اور مہربان کو اللہ نے اولاد کی نعمت سے نوازا تھا تو ان کا پورا وجود اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ریز تھا۔ اتنے برسوں کے بعد جب ایک طرح سے سب ہی مایوس ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ناصر حسین کے آنگن میں خوشی اتاری تھی۔ خوشی کے مارے رخشندہ بیگم کے قدم زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

رخشندہ ایک ہاتھ میں ٹفن اٹھائے اور دوسرے ہاتھ سے بصیر کی انگلی تھامے اسپتال کے پرائیویٹ روم میں داخل ہوئیں۔ ٹفن میز پر رکھا۔ کاٹ میں لیٹی بھتیجی کو جھک کر پیار کیا اور پھر بھاوج کی خیر خیریت پوچھتے ان کے لیے پیالے میں سوپ نکالنے لگیں۔ بصیر ابھی تک دور ہی کھڑا تھا۔ تب ہی ماموں جان کی نظر اس پر پڑی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ارے بصیر بیٹا! آئو اپنی بہن کو دیکھو۔ بتائو کیسی ہے؟" ماموں جان کے کہنے پر وہ جھجکتا ہوا بے بی کاٹ تک آیا تھا۔

"ارے! یہ تو کوئی پری ہے۔ گلابی گلابی ہتھیلیوں' سرخ و سفید رنگت اور عنابی ہونٹوں والی۔" اسی پل بچی نے آنکھیں کھولیں۔ "اُف! اس کی آنکھیں کتنی سیاہ ہیں اور بال... یہ کتنے نرم ملائم اور چمکیلے ہیں۔" بے اختیار ہی اس کا دل چاہا کہ وہ اسے ڈھیر سارا پیار کرے وہ ننھی پری اسے بہت زیادہ اپنی اپنی سی محسوس ہوئی تھی اور یہ سارے لوگ بھی تو اسے اس کی بہن کہہ رہے تھے۔

"ہاں' سچ مچ یہ میری بہن ہے۔ اب میں اس کے ساتھ کھیلا کروں گا۔ اسے بہت ساری اچھی اچھی چیزیں لا کر دوں گا۔ خوب سیر کرائوں گا۔" وہ دل ہی دل میں پلاننگ کر رہا تھا۔

"بصیر بیٹا! بتائو تمہاری بہن کا کیا نام رکھیں۔" ماموں جان کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"مریم" بے ساختہ ہی اس کے لبوں سے نکلا تھا۔ سب لوگوں کو اس کا تجویز کردہ نام پسند آیا۔ یہاں تک کہ ممانی جان' جن کی تیوریوں پر ہر وقت بل پڑے رہتے تھے۔ وہ بھی بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ خوشی تھی ہی اتنی بڑی کہ ان کی ساری بداخلاقی اور لہجہ کی بیزاری اڑن چھو ہو گئی تھی۔ اس پر رخشندہ کی دن' رات کی خدمت نے بھی ان کے مزاج پر خوشگوار اثرات مرتب کیے تھے۔

ممانی جان گھر آ چکی تھیں۔ بصیر جو پہلے ان کے ڈر سے ماموں کے گھر کم کم ہی جاتا تھا۔ مریم سے ملنے' اسے دیکھنے اور پیار کرنے کی خاطر اسکول سے آتے ہی ماموں کے گھر کی طرف دوڑتا۔ کبھی وہ مریم کے ننھے منے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتا۔ کبھی اس کے پھولے پھولے گالوں پر پیار کرنا۔ اکثر اسے ممانی سے ڈانٹ بھی پڑ جاتی لیکن مریم کے وجود میں اس کے لیے جانے کیسی کشش تھی کہ وہ ہر کڑوی بات ہنس کر سہہ جاتا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسری طرف مریم کا حال بھی مختلف نہ تھا۔ جتنا بصیر اس سے پیار کرتا وہ اس سے کہیں بڑھ کر اُس کی عاشق تھی۔ اسے دیکھ کر مریم کی کالی کالی چمکیلی آنکھوں کی چمک کچھ

اور بڑھ جاتی تھی۔ مریم کے بیٹھنا سیکھنے سے اس کا پہلا قدم اٹھانے اور پھر دوڑنے تک کے ہر مرحلے میں بصیر اس کا محافظ بنا۔ اس کے ساتھ ساتھ رہا۔ مریم نے جب پہلا قدم اٹھایا تو گرنے کے ڈر سے جن ہاتھوں نے تھاما وہ بصیر کے تھے۔ بچے عموماً پہلا لفظ "ماں" ادا کرتے ہیں۔ لیکن مریم نے پہلا لفظ بائی (بھائی) پکارا تھا۔ بصیر اس لمحے بہت خوش ہوا تھا اور بار بار اس سے یہ لفظ بلواتا تھا اور وہ بھی اپنی توتلی زبان سے "بائی بائی" (بھائی بھائی) کی گردان کیے جاتی۔ دونوں گھروں کے بیچ وہ دروازہ جو ناصر حسین نے بہن کی سہولت کے لیے بنوایا تھا لیکن نور جہاں بیگم کی تند مزاجی کی بناء پر اکثر بند ہی رہتا تھا۔ مریم اور بصیر کی معصوم محبت کے آگے زیادہ عرصہ بند نہ رہ سکا کیونکہ مریم وقت بے وقت بصیر سے ملنے اس کے گھر کی طرف دوڑتی تھی۔ یوں اس کی سہولت کی خاطر وہ دروازہ کھل گیا۔

مریم نہ صرف بصیر بلکہ اپنے امی' ابو اور پھوپو کی بھی آنکھ کا تارا تھی۔ ناصر حسین گو بہت زیادہ امیر آدمی نہ تھے۔ لیکن انہوں نے بھانجے اور بیٹی کی ہر خواہش کو ہر ممکن حد تک پوری کرنے کی کوشش کی۔ بصیر خود کو ملنے والا جیب خرچ اپنے آپ پر خرچ کرنے کے بجائے مریم کی چھوٹی چھوٹی فرمائشوں کو پورا کرنے میں لگا دیتا۔ یہی چاہتیں تھیں جنہوں نے مریم کو کبھی کسی بری گھڑی سے آشنا نہ ہونے دیا۔ وہ چاہتوں کے ہنڈولے میں جھولتی بڑی ہو گئی۔ گزرتے وقت نے اس کے حصے میں آنے والے لاڈ پیار میں کوئی کمی نہیں آنے دی بلکہ ایک طرح سے پیار کا یہ سا گراس کے لیے وسیع ہی ہوتا گیا۔ گو اس لاڈ پیار نے اسے بگاڑا نہیں لیکن اس کے مزاج میں سنجیدگی نہ آ سکی۔ وہ بہت لاپروا تھی اور اپنی ذات کو سنبھال سنبھال کر رکھنے کا جو گر لڑکیوں کے اندر ہوتا ہے وہ اس میں پیدا نہ ہو سکا۔ جب دیکھو بصیر کے کاندھوں سے جھول رہی ہوتی۔ کبھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رات گئے آئسکریم کی فرمائش کر ڈالتی۔ کبھی بے وقت ہی اسے گھومنا یاد آجاتا۔ بصیر بھی اس کا ایسا والہ و شیدائی تھا کہ کبھی اس کی کسی فرمائش کو رد نہیں کیا۔ بڑے ان دونوں کو سمجھاتے رہ جاتے۔ پر وہ اپنے من کی ہی کرتے۔

جن دنوں مریم نے انٹر کیا ان ہی دنوں بصیر جس نے حال ہی میں ایم بی اے (MBA) کیا تھا اور ایک فرم میں بہت اچھی جاب کر رہا تھا کی شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے۔ مریم اس وقت تک ایک بڑی خوب صورت نوخیز دوشیزہ کا روپ دھار چکی تھی۔ لیکن اپنی اس خوب صورتی اور بانکپن سے بالکل ہی لاپروا تھی اور عمر کی اس اسٹیج پر جب لڑکیاں نئے نئے سپنے بننا شروع کر دیتی ہیں بالکل بچوں ہی کی طرح کھلنڈری اور لاابالی تھی۔ بصیر سے اس کا عشق اول روز جیسا ہی تھا۔ رخشندہ جب اپنی اس معصوم اور پریوں کا سا روپ رکھنے والی بھتیجی کو دیکھتیں' بے اختیار ان کا دل اسے اپنے بصیر کی دلہن بنانے کے لیے مچل جاتا لیکن بھاوج کے مزاج' دونوں کی عمروں کے درمیان موجود فرق اور سب سے بڑھ کر ایک دوسرے کے لیے سگے بہن بھائیوں جیسی محبت کو دیکھتے انہوں نے اپنی زبان کو بند رکھا۔ اور اپنے دور پرے کے رشتے داروں میں سے صبا کو بصیر کے لیے منتخب کر لیا۔

بصیر نے اپنے سسرال والوں کو بھی مریم کی حیثیت سے آگاہ کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اسے میری سگی بہن جیسا ہی پروٹوکول دیا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہر ہر موقع پر اسے خصوصی توجہ دی۔ دولہا والوں کے لیے پہنائونیاں آئیں تو اس میں مریم کا جوڑا سب سے خوب صورت اور قیمتی تھا۔ خود بصیر نے اسے ہر تقریب کے لیے اپنی جیب سے کپڑے' جیولری اور دیگر میچنگ کی چیزیں دلائی تھیں۔ اس موقع پر مریم کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ان دنوں اس کی مصروفیات اپنے عروج پر تھیں کبھی بصیر کے کمرے کی سیٹنگ کروا رہی ہے تو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کبھی دلہن کے کپڑے خریدنے بازار جا رہی ہے کبھی بری کے جوڑوں کی پیکنگ کر رہی ہے تو کبھی بصیر کو چھیڑنے کے لیے چپکے چپکے اسے بیوٹی ٹپس بتا رہی ہے۔ اس کی ان حرکتوں پر بصیر چڑتا تو خوب ہنستی اور کہتی۔

''کیا کروں' میں تو اس لیے ایسا کہہ رہی ہوں کہ صبا بھابی بہت خوب صورت ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ شادی والے دن میرے پیارے' راج دلارے بھائی ان سے بڑھ کر حسین لگیں۔'' بصیر اس کی اس معصوم خواہش پر بھی ہنس کر رہ جاتا۔ مریم نے شادی سے مہینہ بھر پہلے ہی سے اپنی دوستوں کے ساتھ مل کر پھوپو کے گھر میں ہلا گلا کر رکھا تھا۔ وہ اور اس کی سہیلیاں رات گئے تک ڈھول پیٹتیں اور گانے گاتی تھیں۔ اور کون تھا جو انہیں روکتا۔ گھر کی پہلی خوشی تھی اور اس خوشی میں بھی مریم کی خوشی کا بھرپور خیال رکھا جا رہا تھا۔

دلہن رخصت ہو کر گھر آئی تو راستہ رکائی کی رسم میں بھی نیگ کے نام پر بصیر نے اسے خوب تنگ کرنے کے بعد اپنا پورا والٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس پل دلہن بنی صبا کو بصیر کی زندگی میں مریم کی اہمیت کا اندازہ خوب اچھی طرح ہو گیا تھا۔ وہی عورت کا ازلی جلاپا اس کے دل میں سر اٹھا رہا تھا۔ پھر بصیر نے بھی اپنی زبان سے اس کے سامنے مریم سے اپنی محبت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کر ڈالا اور کہہ دیا کہ... ''دیکھو صبا! مریم میری زندگی ہے تم ہم دونوں بہن بھائی کے درمیان آنے کی کوشش کبھی مت کرنا۔ اس ایک بات سے ہٹ کر میں تمہارا پورا خیال رکھوں گا۔ اور تمہیں زندگی کی ہر آسائش مہیا کرنے کی کوشش کروں گا۔'' یوں اول شب ہی مریم کے خلاف ایک گرہ صبا کے دل میں پڑ گئی تھی۔

مریم کے لاڈ پیار بصیر کی شادی کے بعد بھی جاری تھے۔ اب وہ بی۔اے کی طالبہ تھی لیکن بصیر کے ساتھ بالکل ننھی بچیوں والا ہی برتاؤ کرتی۔ صبا اسے دیکھ دیکھ کر کڑھتی۔ وہ جو سمجھتی تھی کہ بصیر اکلوتا ہے اور بصیر کے گھر میں اس کی محبتوں کو شیئر کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہو گا۔ اس صورت حال پر دل ہی دل میں بہت برہم ہوئی لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکتی تھی کیونکہ اس نے بصیر کے مزاج اور اس کی مریم سے دیوانگی کی حد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو چھوتی محبت کو بہت اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ایسے کسی دیوانے سے ٹکرانا اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کا باعث بن سکتا تھا۔

دوسری طرف مریم تھی جواب بھی وقت بے وقت بصیر کے پاس گھسی رہتی۔ کبھی کہتی بھائی بازار جانا ہے' کبھی کسی سہیلی کے گھر اور بصیر اس کی فرمائش پر یہ بھی بھول جاتا کہ ابھی کچھ دیر قبل صبا نے اس سے اپنی امی کے گھر چلنے کو کہا تھا یا اسے ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کے لیے جانا ہے۔ مریم معصوم تھی اور لاپروا بھی۔ وہ اس بات کو سمجھتی ہی نہیں تھی کہ اس کا یہ حد سے بڑھا ہوا لاڈ پیار صبا کے دل میں اس کے لیے نفرت کا الاؤ بھڑکا رہا ہے۔ وہ تو خود صبا سے بھی بہت پیار کرتی تھی کہ وہ اس کے پیارے بھائی کی بیوی تھی۔ اس کے دل میں دور دور تک بھی یہ خیال نہ تھا کہ وہ اپنی بھابی کے حقوق غصب کر رہی ہے۔ البتہ رخشندہ اس بات کو محسوس کرتی تھیں مگر لاڈلی بھتیجی کو کچھ نہ کہہ پاتیں۔ کبھی کبھی بصیر کو ہی سمجھانے کی کوشش کرتیں لیکن وہ فوراً ہی بھڑک اٹھتا کہ شادی ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ میں بیوی کا غلام بن جاؤں اور مریم کو بھلا بیٹھوں۔ مریم سے میری یہ دوستی اور محبت کوئی آج کی بات تو نہیں ہے۔ وہ تو اپنی پیدائش کے دن سے مجھے بہت عزیز ہے۔ میں صبا کو تو چھوڑ سکتا ہوں۔ مریم کو نہیں۔ اس کے یہ الفاظ صبا نے بھی سنے تھے اور اس کے دل میں مریم سے نفرت کچھ اور بھی بڑھ گئی تھی۔

بصیر کے گھر بیٹا پیدا ہوا تھا اور مریم نے بصیر کی خواہش پر اس کے لیے ابتہاج نام تجویز کیا تھا۔ اس وقت صبا دل میں کڑھ کر رہ گئی کیونکہ وہ اپنے بیٹے کا نام اپنی مرضی سے رکھنا چاہتی تھی لیکن اب اس خواہش کے اظہار کا کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مریم کا رکھا نام ہرگز بدلا نہ جائے گا۔ سو اس نے چپ سادھ لی۔ اتنی بڑی خوشی کے موقع پر اس کی یہ خاموشی سب کو بہت عجیب لگی تھی۔ خود مریم نے بھی اس سے سبب پوچھا تھا۔ لیکن اس نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے ٹال دیا۔ اسے مریم جو اس وقت اس کی خدمت میں پیش پیش

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی اور ابتہاج کو بار بار پیار کر رہی تھی۔ زہر لگ رہی تھی۔ ابھی کچھ دن پہلے ناصر حسین اور نور جہاں بیگم بھی بچے کو دیکھ کر گئے تھے۔ ان کے روانہ ہوتے وقت بصیر نے مریم سے کہا بھی کہ ''تم تھک گئی ہو گی گھر چلی جاؤ۔'' لیکن وہ نہ مانی اور کہنے لگی۔ ''بھائی! بھابی پہلے ہی اتنی ویک ہو رہی ہیں اکیلی منے کو سنبھال نہ پائیں گی اور ویسے بھی میں اپنے شہزادے کو لیے بغیر گھر نہیں جاؤں گی۔ میرا دل اسے اپنی نظروں سے ایک پل بھی جدا کرنے کے لیے راضی نہیں۔'' اور یہ حقیقت تھی بس یہی کہ وہ ابتہاج کو اپنی نظروں سے اوجھل کرنے کو بالکل تیار نہ تھی۔ ورنہ خدمت کے لیے رخشندہ پھوپو موجود ہی تھیں۔ مریم جیسی ناتجربہ کار لڑکی بھلا ایسے وقت میں کیا کر سکتی تھی۔

گھر آ کر بھی مریم کا وہی حال تھا۔ وہ پروانہ وار ابتہاج کے ارد گرد گھومتی رہتی اسے دیکھ کر بصیر کو اپنا بچپن یاد آتا۔ وہ خود بھی تو مریم کا ایسا ہی دیوانہ تھا۔ بلکہ اب بھی جبکہ مریم جوان ہو چکی تھی اور وہ بھی شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ تھا' اس کے دل میں مریم کے لیے محبت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ آج بھی اس کا دل یہی چاہتا تھا کہ صبح آنکھ کھولے تو سب سے پہلے مریم کو دیکھے اور رات آنکھیں بند کرنے تک وہ اس کے آس پاس موجود ہو۔

''تم آدمی نہیں پتھر ہو بصیر رضا! تنگ آ گئی ہوں میں تم سے۔ تھکا ڈالا ہے مجھے تمہارے ساتھ نے۔ آخر تم کب تک یوں میرے ضبط کو آزماتے رہو گے۔ تمہیں بیوی کی ضرورت ہی نہ تھی تو کیوں کی تھی مجھ سے شادی۔ اپنی ساری عمر اپنی اس لاڈلی کے لاڈ اٹھاتے۔ تمہاری نظروں میں بیوی کی کوئی اہمیت ہے اور نہ بیٹے کی۔ بس تمہارے لیے جو کچھ ہے مریم ہے۔ مریم' مریم' مریم... کان پک گئے ہیں میرے اس نام کی گردان سنتے سنتے۔'' آج صبا سارا ضبط بھول چکی تھی اور اپنی چپ کا روزہ توڑ کر بے تحاشہ چیخ رہی تھی۔ آج حد بھی تو ہو گئی تھی۔ صبح سے ابتہاج کو بخار تھا۔ اس نے بصیر کو فون کر کے آفس سے گھر بلایا کہ ابتہاج کو ڈاکٹر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے ہاں لے کر جانا ہے۔ بصیر ابھی گھر میں داخل ہی ہوا تھا کہ فون کی بیل بجنے لگی۔ اس نے فون اٹھایا تو دوسری طرف مریم تھی۔ وہ بہت پریشان لگ رہی تھی۔ بصیر کی آواز سنتے ہی کہنے لگی۔

''تھینک گاڈ بھائی! آپ گھر پر ہیں۔ میری کالج وین خراب ہو گئی ہے۔ میں پی سی او سے فون کر رہی ہوں۔ پلیز! آپ مجھے لینے آجائیں آپ کو پتہ ہے کہ میں پبلک بس سے بالکل بھی نہیں آسکتی۔'' اتنا کہتے کہتے اس کی آواز روہانسی ہونے لگی اور بصیر سب کچھ بھول گیا۔ یہاں تک کہ اپنا بیمار بیٹا بھی۔

''تم میرا انتظار کرو گڑیا! میں ابھی پانچ منٹ میں تمہیں لینے پہنچ رہا ہوں۔' مریم کو تسلی دے کر اس نے فوراً ہی بائیک کی چابی اٹھائی اور صبا سے جو کہ ابتہاج کو گود میں لیے چادر اوڑھے تیار کھڑی تھی صرف یہ کہہ کر کہ ''میں مریم کو لینے کالج جا رہا ہوں۔'' باہر نکل گیا۔ اس نے پیچھے مڑ کر یہ دیکھنے کی زحمت بھی نہ کی تھی کہ صبا کا اس پل غصے سے کیا حال ہو رہا ہے۔

جب وہ مریم کو کالج سے لے کر گھر پہنچا تو صبا گھر پر موجود نہیں تھی وہ اکیلی ہی بچے کو لے کر ڈاکٹر کے کلینک جا چکی تھی۔ بصیر کو اپنی زیادتی کا احساس ہوا لیکن پھر الٹا اسے صبا پر غصہ آنے لگا کہ وہ تھوڑی دیر انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ ظاہر ہے میں مریم کو وہاں کالج کے گیٹ پر کھڑا رہنے کا مشورہ دے نہیں سکتا تھا۔ مریم تو سیدھی اپنے گھر جا چکی تھی جبکہ وہ بستر پر بے چینی سے کروٹیں بدلتا صبا کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ صبا ابتہاج کو کون سے ڈاکٹر کے کلینک لے گئی ہو گی ورنہ خود بھی پیچھے پہنچ جاتا۔ صبا تقریباً پون گھنٹے بعد واپس لوٹی اور بصیر کو بستر پر لیٹے دیکھ کر غصے سے کھول اٹھی۔ انتہائی کیفیت میں جو اس کے منہ میں آیا بولتی گئی۔ غصے میں اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ

''تمہارا بہن بھائی کا رشتہ ڈرامہ بازی ہے۔ وہ تمہاری بہن نہیں محبوبہ ہے جب ہی تم ہر وقت اس کے ناز اٹھاتے رہتے ہو۔ جاؤ اور جا کر اپنی اس محبوبہ دل نواز کو اپنی بیوی بنالو۔'' اتنا کچھ وہ بھی مریم کے خلاف سننا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بصیر رضا کی برداشت سے بہت زیادہ تھا۔ اس کا ہاتھ اٹھا اور صبا کے چہرے پر پانچوں انگلیاں چھاپ گیا۔ صبا یوں بھی غصے میں تھی اور اپنی اس تذلیل کو سہہ نہ سکی اور بچے کو اٹھا کر روتی ہوئی گھر سے نکل گئی۔ جاتے جاتے وہ کہہ گئی تھی کہ جب تک مریم سے اپنے تعلقات ختم نہیں کر لیتے میں اس گھر میں لوٹ کر نہ آؤں گی۔

رخشندہ اس دن صبح سے اپنی کسی جاننے والی خاتون سے ملنے گئی ہوئی تھیں اور دیوار کے اس پار ماموں ممانی اور اپنے کمرے میں آرام سے سوتی مریم کو اس سارے ہنگامے کی کچھ خبر نہ ہو سکی۔ جب شام میں رخشندہ واپس گھر آئیں تو بصیر کی زبانی صبا کے یوں اچانک مطلع کیے بغیر میکے جانے کا سن کر حیران تو ہوئیں لیکن کوئی اعتراض نہ کیا کہ وہ جانتی تھیں صبا بہت کم' کبھی کبھی ہی اپنے میکے رہنے جاتی ہے۔

...☆☆☆...

صبا کے گھر چھوڑ کر چلے جانے' اس کی مریم کے لیے نفرت اور اپنے بیٹے کی جدائی تینوں نے مل کر بصیر رضا کو بہت اداس کر دیا تھا۔ وہ سارا وقت مرجھایا مرجھایا سا رہتا۔ مریم اس کی اس کیفیت کو دیکھ کر اسے چھیڑتی کہ

''اوہو! بھابی کے جانے سے کیا اداس شکل نکل آئی ہے۔ بالکل مجنوں کے جانشین بنے بیٹھے ہیں۔ اگر آپ کہیں تو فون کر کے بھابی کو واپس بلالوں۔'' لیکن وہ اسے ٹال جاتا۔ فون کرنے سے بھی اس نے یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ صبا کے میکے کا فون خراب ہے۔ صبا کو میکے گئے تقریباً پندرہ دن ہو چکے تھے۔ رخشندہ بصیر سے کئی بار کہہ چکی تھیں کہ بہو اور بچے کو لے آئو۔ گھر ان کے بغیر سُونا سُونا لگ رہا ہے۔ لیکن وہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیتا۔ حالانکہ اسے خود بھی ابتہاج کی فکر تھی کیونکہ وہ یہاں سے بیماری کی حالت میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ننھیال گیا تھا لیکن انا اجازت نہ دیتی تھی کہ صبا سے رابطہ کرے جو کچھ وہ مریم کے متعلق کہہ کر گئی تھی وہ نہایت ناقابل معافی تھا۔

یہ اتوار کی ایک شام تھی۔ مریم کے لیے ان دنوں کوئی رشتہ آیا ہوا تھا لڑکے کو اس کے گھر بار کو دیکھنے کی خاطر رخشندہ' ناصر حسین اور نور جہاں بیگم سرِ شام گھر سے نکل پڑے تھے۔ بصیر کے سر میں شدید درد تھا اس لیے اس نے ان کے ساتھ جانے سے معذرت کر لی تھی۔

''اٹھیئے جناب! گرم گرم چائے کے ساتھ یہ گولی کھایئے اور دیکھئے کیسے سر کا درد منٹوں میں غائب ہوتا ہے۔'' سب لوگوں کے جانے کے بعد مریم سر درد کی گولی اور چائے کا بھاپ اڑاتا کپ ٹرے میں رکھے اپنے مخصوص انداز میں بولتی بصیر کے کمرے میں داخل ہوئی۔ کھڑکیوں پر گرے ہوئے پردوں کی وجہ سے کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ مریم نے پردے ہٹا کر لائٹس آن کرنا چاہیں تو بصیر نے منع کر دیا۔ روشنی اس کی آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔ مریم کی لائی ہوئی چائے کے ساتھ سر درد کی گولی کھا کر وہ خلاف معمول مریم سے کوئی بات کیے بغیر خاموشی سے بستر پر لیٹ گیا۔ مریم اس خیال سے کہ سر میں درد شاید زیادہ ہے سرہانے بیٹھ کر اس کا سر دبانے لگی۔

''اور بھئی' گھر سے جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔'' بصیر نے اسے چھیڑا۔

''آپ سے کس نے کہا؟ میں تو کہیں نہیں جا رہی۔'' مریم جو کہ بے خبر تھی حیرانی سے بولی۔

''ارے! تمہیں نہیں معلوم یہ جو آج ہمارے بزرگ بڑی شان سے تیار ہو کر گئے ہیں تو تمہارے متوقع سسرال ہی تو گئے ہیں۔ حد ہے ملکہ عالیہ کو ان کی سلطنت سے نکالنے کے لیے سازشیں کی جا رہی ہیں اور نادان ملکہ بے خبر بیٹھی ہیں۔'' مریم بصیر کے الفاظ سن کر اس کا سر دبانا بھول گئی۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ وہ لوگ کسی رشتے دار سے ملنے گئے ہیں۔ پوچھا اس لیے نہیں کہ عموماً اسے کسی بات کی کھوج لگانے کی فکر نہ ہوتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی لیکن جو کچھ اس نے ابھی جانا تھا۔ اس کو سن کر وہ ہونق ہو گئی تھی۔ آنسو بڑی سرعت سے آنکھوں میں جمع ہوئے تھے اور ٹپاٹپ گرنا شروع ہو گئے تھے۔

''ارے! ارے تم رو کیوں رہی ہو گڑیا! میں نے کوئی تمہیں رلانے کے لیے تو یہ سب نہیں بتایا تھا۔ ویسے بھی ہر لڑکی کی زندگی میں ایک دن تو ایسا آتا ہی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر نئے گھر جانے کی تیاری کرتی ہے۔'' اس کے رونے نے بصیر کو بوکھلا دیا تھا اور وہ اپنی تکلیف بھول کر اٹھ بیٹھا تھا۔

''نہیں بھائی! پلیز ایسا مت کہیں۔ میں اس گھر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی' میرا آپ کے بغیر کہیں دل نہیں لگے گا۔'' وہ بے اختیار ہی اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی تھی۔

بصیر نے بازو پھیلا کر اسے اپنے آپ سے مزید قریب کر لیا اور ہولے ہولے اس کی پشت سہلانے لگا۔ خود اس کے اپنے دل میں بھی یہ درد جاگ اٹھا تھا کہ وہ ننھی سی پری جو اب سے اٹھارہ سال پہلے اس کی زندگی میں آئی تھی اسے چھوڑ کر کسی دوسرے دیس جا بسے گی۔ پھر اس کا ہنسنا ہنسانا' لاڈ اٹھانا سب خواب ہو جائے گا۔ وہ کبھی یہاں آئے گی بھی تو چند گھنٹوں کے لیے مہمانوں کی طرح یوں بھی

ہمارے معاشرے میں کزنز کی اس درجہ بے تکلفی اور محبت کو کشادہ دلی سے قبول کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ یہی سب سوچتے اس کے ذہن میں صبا کے الفاظ گونجے۔

''وہ تمہاری بہن نہیں محبوبہ ہے۔'' شیطان جو اتنے سالوں کی ہزاروں ساعتوں میں ان کے درمیان نہ آیا تھا اچانک بصیر رضا کے دل میں آ بیٹھا اور یک دم ہی اس کی ذہنی رو پلٹ گئی۔

''واقعی یہ میری سگی بہن تو نہیں' یہ تو صرف میری کزن ہے۔ ایک نامحرم لڑکی۔ اور یہ میرے اتنے قریب بیٹھی ہے۔'' شیطان پوری طرح اس کے حواسوں پر چھانے لگا تھا۔ صحیح کہا گیا ہے کہ ایک تنہا مرد اور عورت کے درمیان تیسرا فرد شیطان ہوتا ہے۔ وہ بصیر رضا نہیں شیطان تھا جس کی گرفت لحہ بہ لحہ مریم کے گرد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مضبوط ہوتی جارہی تھی۔ پہلے اس نے مریم کی پیشانی پر ایک بوسہ دیا۔ مریم اپنے جذبات کی رو میں بصیر رضا کے جذبات کی رو کو بدلتے محسوس نہ کر سکی۔ یوں بھی پیشانی پر بوسہ لینا تو بصیر کی بہت پرانی عادت تھی۔ جو مریم کے لیے کچھ ایسی نرالی بھی نہ تھی کہ وہ چونک جاتی۔ اس کی گرفت مریم پر کچھ اور مضبوط ہو گئی تھی اس کا یہ انداز نیا بھی تھا اور کچھ عجیب بھی جس نے مریم کے اندر کی لڑکی کو ٹھٹکا دیا۔ اب مریم پوری طرح حواسوں میں آچکی تھی۔

''میرے ساتھ کچھ غلط ہو رہا ہے۔'' اس خیال پر اس نے بصیر کا ہاتھ جھٹکا اور اسے دھکا دیتی ہوئی بیڈ سے اتر کر کمرے سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ بصیر رضا جو اب تک اس کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت نہ ہونے کو اس کی رضامندی سمجھ بیٹھا تھا اس اچانک دھکے کو سہہ نہ سکا اور بستر پر گر گیا۔ مریم پوری قوت سے بھاگتی ہوئی کمرے سے نکلی تھی۔ بھاگتی مریم کا صرف دوپٹہ ہی اس کے ہاتھ آسکا تھا۔

...☆☆☆...

یہ میں نے کیا کر دیا؟ یہ سب کیسے ہوا؟ یہ دوپٹہ جو میں نے ہی اس کی سالگرہ پر تحفہ میں دیا تھا۔ میں ہی اس کی عزت کو تار تار کرنے چلا تھا۔ وہ لڑکی جسے میں نے مریم کا نام دیا تھا' میں ہی اس کے تقدس کو پامال کرنے چلا تھا۔ وہ کہ جس کے آنچل پر فرشتے نماز پڑھیں' میں اس ہستی کو داغدار کرنے چلا تھا۔ آخر یہ مجھے کیا ہوا تھا؟ میں تو اسے بہن کہتا تھا... بہن... آہ! کتنا مقدس لفظ ہے جسے ادا کرتے اپنے ارد گرد روشنیوں کی برسات محسوس ہوتی ہے۔ آج میں نے اس لفظ کے تقدس کو پامال کر ڈالا۔ کوئی ہے جو مجھے اس جرم کی سزا دے۔ مجھے سنگسار کرے' مجھے بصیر رضا کو... جو نہایت گہری اور تاریک کھائی میں گرا جا رہا ہے۔ کوئی ہے جو مجھے پاتال

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تک کا سفر کرنے سے روک سکے۔ لیکن نہیں... شاید مجھ جیسے ذلیل شخص کی کوئی بھی صدا اس کھائی سے باہر کھڑے لوگوں کی سماعتوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اب اپنے ریزہ ریزہ وجود اور مردہ روح کے ساتھ ہمیشہ مجھے اس کھائی کی تاریکیوں میں رہنا ہو گا جہاں تک پہنچتے پہنچتے روشنی کی کرن بھی دم توڑ جاتی ہے۔

...☆☆☆...

گھر والے واپس آئے تو مریم اپنے کمرے میں بے سدھ سو رہی تھی۔ بصیر اماں کو صبا کے گھر جانے کا بتا کر باہر نکل گیا۔ اس نے رات وہیں رکنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ مریم کو کسی نے سوتے سے جگانا مناسب نہ سمجھا اور سب لوگ خود بھی سو گئے۔ صبح جب نور جہاں بیگم اسے کالج جانے کے لیے جگانے اس کے کمرے میں آئیں تو اس کو چھوتے ہی چونک پڑیں۔ اس کا پورا وجود بخار میں پھنک رہا تھا۔ انہوں نے اسے کئی آوازیں دیں لیکن وہ بالکل بے سدھ پڑی رہی۔ گھبرا کر انہوں نے ناصر حسین کو بلوایا۔ وہ اسے فوراً اسپتال لے گئے۔ بخار اتنا شدید تھا کہ اسے وہاں ایڈمٹ کر لیا گیا۔

بصیر شام میں صبا کو لے کر واپس آیا تو اسے مریم کی بیماری کی اطلاع ملی۔ اس نے صبا کو بہت مشکلوں سے منایا تھا۔ وہ بھی اس شرط پر کہ اب ہم اس گھر میں نہیں رہیں گے۔ میں اپنا ٹرانسفر ایک ہفتے کے اندر اندر اسلام آباد کروالوں گا۔ صبا اس شرط پر راضی ہو گئی تھی اور اس کا غصہ بھی کم ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب اسے مریم کی بیماری کی اطلاع ملی تو اس نے بصیر کو اسپتال چلنے کو کہا۔ جس وقت وہ دونوں وہاں پہنچے مریم دوائوں کے زیر اثر گہری نیند سو رہی تھی۔ بصیر کی نگاہیں خود بخود ہی جھک گئیں۔ وہ خود میں اس کی طرف دیکھنے کا حوصلہ نہیں پا رہا تھا۔ وہ سارا وقت خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا رہا۔ سب اس کی خاموشی کا سبب مریم کی بیماری کو سمجھ رہے تھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لیکن یہ تو وہ ہی جانتا تھا کہ اس سے کیسا جرم سرزد ہوا ہے۔ یہ تو شکر تھا کہ مریم کی آنکھیں بند تھیں ورنہ وہ ایک پل بھی اس کے کمرے میں نہ رک پاتا۔

مریم ایک ہفتے بعد گھر واپس آگئی تھی۔ ایک ہفتے کے بخار نے اسے بالکل نچوڑ کر رکھ دیا تھا اسے چپ سی لگ گئی تھی۔ سب سمجھتے تھے کہ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے یہ حال ہے لیکن وہ جانتی تھی کہ کیسا گھن اس کی ذات کو لگا ہے۔ کیا غم ہے جو اندر ہی اندر اسے ختم کر رہا ہے۔ اس پورے عرصے میں اس کا سامنا بصیر سے نہیں ہوا تھا۔ وہ ان کی طرف آتا ہی نہیں تھا۔ گھر والوں کو اس نے اپنے اسلام آباد ٹرانسفر کی اطلاع دے دی تھی۔ وہ سارا دن گھر سے باہر رہتا اور رات گئے جب سب سو جاتے تو واپس آتا۔ رخشندہ اور صبا کے پوچھنے پر اس نے بہانہ بنا دیا تھا کہ جانے کی تیاریوں میں لگا ہوا ہوں۔ یہاں کے آفس کا کام سمیٹ رہا ہوں اور جانے سے پہلے یار دوستوں سے بھی آخری بار ملنا چاہتا ہوں اس لیے ان کی محفل میں رات گئے تک بیٹھا رہتا ہوں۔

جس دن ان لوگوں کی اسلام آباد روانگی تھی ماموں ممانی نے ان کی دعوت کرنی چاہی لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ”آپ لوگ پہلے ہی مریم کی وجہ سے پریشان ہیں اس لیے کسی زحمت کی

ضرورت نہیں۔“ روانگی سے قبل اماں اور صبا مریم سے جا کر مل آئیں جبکہ ماموں ممانی تو خود انہیں الوداع کہنے کے لیے ان کے گھر موجود تھے۔

”آپ بھی جا کر مریم سے مل آئیں۔“ روانگی سے چند لمحے پہلے صبا نے اس سے کہا۔ وہ سمجھتی تھی کہ اس کی وجہ سے بصیر مریم سے ملنے سے گریز کر رہا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

صبا کے کہنے پر بصیر اپنے اور ماموں کے گھر کا درمیانی دروازہ پار کر کے مریم کے کمرے کی طرف بڑھا۔ لیکن اس کی ہمت نہ تھی کہ وہ اس سے نظر ملا سکتا۔ وہ اس کے کمرے کے بند دروازے کے سامنے چند لمحے کھڑا رہا۔ دو آنسو ندامت بن کر اس کی آنکھوں سے ٹپکے اور مریم کی دہلیز پر گر کر خاک میں مل گئے۔

...☆☆☆...

مریم کی طبیعت بہتر ہو گئی تھی لیکن اس کے مزاج میں بہت بڑا انقلاب آ گیا تھا۔ وہ سارا وقت سر پر دوپٹہ اوڑھے رہتی' پانچوں وقت نماز پابندی سے ادا کرتی۔ اس کا زیادہ وقت قرآن پاک کی تلاوت اور ترجمہ و تفسیر پڑھنے میں گزرنے لگا تھا۔ سدا کی لاابالی مریم بہت سنجیدہ اور رکھ رکھاؤ والی ہو گئی تھی۔ ناصر حسین اور نور جہاں بیگم اس کی طبیعت کے اس انقلاب کو بصیر اور اس کی فیملی کی جدائی سے تعبیر کرتے تھے۔

ادھر مریم تھی جوں جوں قرآن پاک کا ترجمہ پڑھتی اس پر اپنی کوتاہیوں کو جان کر ندامت طاری ہونے لگتی۔ وہ حادثہ جو اس دن رونما ہوا تھا گو بہت بڑا تھا لیکن اس کی لاعلمی اور غلطیوں کے مقابلے میں بہت چھوٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان تھا کہ وہ پوری طرح ڈوبی نہیں تھی۔ اس مالک کل نے اس کو بچا لیا تھا۔ وہ جتنا اپنی کوتاہیوں پر معافی طلب کرتی اس سے بھی زیادہ ربّ کریم کی شکر گزار ہوتی کہ اس نے اسے دنیا کی نظر میں بے عزت نہ ہونے دیا تھا۔ اس کی عزت کا آبگینہ پوری طرح محفوظ تھا۔

مریم عصر کی نماز سے فارغ ہوئی ہی تھی کہ نور جہاں بیگم اس کے کمرے میں چلی آئیں۔

”آیئے امی! بیٹھئے۔“ اس نے ادب سے انہیں مخاطب کیا۔ نور جہاں بیگم اسے ساتھ لے کر اس کے بیڈ پر بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بیٹی! تمہاری بیماری سے پہلے تمہارے لیے ایک رشتہ آیا تھا۔ لڑکا سول انجینئر ہے۔ شکل صورت' قد قامت اور عمر کے لحاظ سے تمہارے لیے بہت موزوں ہے۔ اس دن ہم لوگ ان کے گھر گئے تھے تو ہمیں ان کے گھرانے کا رکھ رکھاؤ اور وضع داری بھی بے حد پسند آئی۔ اس رشتے کی واحد خامی جسے خامی قرار دینا بھی مسلمان ہونے کے ناتے ہمیں زیب نہیں دیتا ان کے گھر کا مذہبی ماحول ہے۔ ان کے گھر کی تمام خواتین نہایت باپردہ ہیں اور اپنی بہو کے لیے بھی ان کی یہی شرط ہے۔ اس مسئلے کی وجہ سے شاید ہم انکار کر دیتے لیکن اب جس طرح تم دین میں دلچسپی لینے لگی ہو مجھے اور تمہارے ابو کو مناسب معلوم ہوا کہ تم سے اس رشتے کو ڈسکس کر لیا جائے۔ میرے خیال میں اس رشتے کو نبھانے میں واحد رکاوٹ تمہاری اور بصیر کے درمیان بے تکلفی ہے۔ تم دونوں جس طرح بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف رہے ہو شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ غلطی ہماری بھی ہے کہ ہم نے تمہیں کبھی اس بات کا احساس نہیں دلایا۔ بہر حال اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے جو تم کہو گی ہمیں منظور ہو گا۔"

اور مریم جو اس رشتے کو اپنے لیے ایک نعمت سمجھ رہی تھی۔ فوراً بول اٹھی۔

"امی! آپ ان لوگوں کو ہر گز انکار نہ کریں۔ ماضی میں جو کچھ ہو چکا اور میں جیسی زندگی گزار چکی اب اسے فراموش کر دینا چاہتی ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ زندگی کے آئندہ سال اسلامی اصولوں اور قرآن و سنت کی روشنی میں گزاروں۔ میں نے ان چند دنوں میں قرآن پاک کا جتنا مطالعہ کیا ہے اس سے اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ میری اب تک کی زندگی غفلت میں گزری ہے اور وہ رشتے جو اب تک میں بے تکلفی سے نبھاتی رہی۔ درحقیقت کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔" بولتے بولتے اس کی آواز بھرا گئی۔ ایک نامحسوس سے درد کی ٹیسیں تھیں جو نور جہاں بیگم اس کے لہجے میں آنچ دیتی محسوس کر رہی تھیں۔ ایک گہرا سانس لیتے ہوئے انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ٹھیک ہے بیٹا! جیسی تمہاری مرضی ہمیں تو یوں بھی حسان علی کا رشتہ بہت پسند آیا تھا اور اب جبکہ تم خود اپنی زندگی کا انداز بدل کر نئے راستے پر چلنا چاہتی ہو تو ہم کون ہوتے ہیں تمہیں اس راہ پر چلنے سے روکنے والے۔" وہ ماں تھیں' بنا اس کے بتائے بھی سمجھ سکتی تھیں کہ اس کی زندگی کسی حادثے سے دوچار ہو چکی ہے اور حادثہ بھی ایسا جس نے اس کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔

...☆☆☆...

پیاری مریم!

میں تمہارے مقدس نام کو اپنی زبان سے ادا کرنے کے لائق تو نہیں ہوں لیکن اگر ہو سکے تو تم اپنے اس گناہ گار بھائی کو (جواب بھائی کہلانے کا حقدار بھی نہیں رہا) معاف کر دینا۔ میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ لڑکی جسے میں نے ہمیشہ کسی کانچ کی گڑیا کی طرح سنبھال کر رکھا۔ اسے یوں کرچی کرچی کر دوں گا۔ جس کے چہرے پر پڑنے والی ایک تیز نظر بھی مجھ سے برداشت نہ ہوتی تھی۔ اس کو اپنی غلیظ نظروں سے داغدار کر دوں گا۔ کاش! وہ سیاہ شام میری زندگی میں کبھی نہ آئی ہوتی۔ جس کے بعد میں کسی کے سامنے نظر اٹھا کر بات کرنے کا حوصلہ بھی خود میں نہیں پاتا۔ بہت غور کیا اور سوچا کہ آخر ایسا کیسے ہو گیا؟ ایک ایسا گناہ جو کبھی میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہ تھا کس طرح سرزد ہوا؟ اور پھر ایک ہی بات سمجھ میں آئی کہ تمہیں اور مجھے جس گناہ کی سزا ملی ہے وہ گناہ ہماری مذہب سے دوری ہے۔ ہم نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکامات کی خلاف ورزی کی اور اپنے آپ کو احکامات کا پابند نہ کیا۔ لہٰذا یہ منحوس وقت ہماری زندگیوں میں آ گیا کہ آج میں تم سے نظر ملانے کے لائق بھی نہیں رہا۔ تمہاری

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شادی کا کارڈ اور تمہارے سسرال والوں کے متعلق تمام اطلاعات مجھے مل چکی ہیں۔ میں بہت افسردہ ہوں کہ اپنا یہ داغدار وجود لے کر تمہاری خوشیوں میں شریک ہونے نہیں آسکتا۔ لیکن ساتھ ہی مجھے بے حد خوشی بھی ہے۔

مریم! تم نے اپنی زندگی کے متعلق بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ یقیناً حسان علی تمہاری زندگی کو ایک نیا عنوان دے گا۔ اس کی کہی باتوں پر عمل کرنا۔ وہ رشتہ جو تمہارا اس کے ساتھ قائم ہونے جارہا ہے بہت مقدس اور پاکیزہ ہے۔ اب کبھی تم کسی جھوٹے رشتے کے فریب میں نہ آنا۔ کسی زبانی رشتے کو اہمیت نہ دینا۔ یہ خود سے جوڑے رشتے تو کانچ کے رشتے ہوتے ہیں جو ایک بار اپنی جگہ سے گریں تو پھر کبھی جڑ نہیں پاتے۔ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جانے والے ان رشتوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ رشتے بس وہی سچے ہوتے ہیں جن کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سگے اور سچے رشتے قرار دیا ہے۔

میری بھولی مریم! دعا کرنا کہ پھر کوئی مریم کسی بصیر رضا کے ضبط اور ایمان کو توڑنے کا سبب نہ بنے اور یہ بھی دعا کرنا کہ اللہ ہمارے بزرگوں کو بھی یہ سمجھ دے کہ وہ اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہنا سکھائیں۔ انہیں کسی نقلی رشتے کے فریب میں نہ جکڑنے دیں۔ کھلونے دے کر بہلانے کے بجائے جو چیز ان کی زندگی میں نہیں ہے اس پر صبر کرنا سکھائیں۔

وہ مکان جو ماموں جان نے اب سے 26 برس پہلے میرے نام کیا تھا۔ وہ تمہاری شادی کے تحفے کے طور پر تمہارے نام کر رہا ہوں۔ تمہیں اللہ کا واسطہ مریم! تم مجھے معاف کر دینا۔ بہت دن گزر گئے لیکن خود کو معاف نہیں کر سکا۔ مجھے نیند نہیں آتی مریم! نیند کی گولی کھا کر بھی لیٹتا ہوں تو پل دو پل کے لیے ہی آنکھ لگتی ہے۔ پھر تمہارا معصوم چہرہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ جب تک تم مجھے معاف نہیں کرو گی اللہ بھی مجھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معاف نہیں کرے گا۔ دیکھو! میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑ رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دو کہ وہ سانسیں جو میرے سینے میں گھٹ گئی ہیں آزاد ہو سکیں۔

فقط تمہارا گناہ گار

بصیر رضا۔

بصیر رضا کا خط ہاتھ میں پکڑے مریم گم صم سی بیٹھی تھی۔ یہاں تک کہ اسے اپنی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کی بھی خبر نہیں تھی۔ آج اس کی مایوں تھی۔ پھوپو اور صبا بھابی آج صبح ہی اسلام آباد سے اس کی شادی میں شرکت کے لیے کراچی پہنچی تھیں۔ بصیر رضا ان کے ساتھ نہیں آیا تھا۔ اور وہ جانتی تھی کہ وہ آ بھی نہیں سکتا کہ اس میں تاب ہی نہیں۔ صبا بھابی نے اسے بتایا تھا کہ کوئی بہت اہم ڈیلی گیشن لندن سے آیا ہوا ہے جس کی وجہ سے بصیر تمہاری شادی میں نہیں آسکے۔ ساتھ ہی انہوں نے اسے ایک سفید لفافہ بھی دیا تھا جس میں گھر کے کاغذات اور یہ خط بھی تھا۔

کچھ دیر بعد گم صم بیٹھی مریم کے وجود میں جنبش ہوئی۔

”میں نے آپ کو معاف کیا۔ معاف کیا۔“ لفظ آہستہ آہستہ اس کے لبوں سے ادا ہو رہے تھے۔

”جو کچھ ہوا اس کے تنہا ذمہ دار صرف آپ نہ تھے۔ میری حد سے بڑھی ہوئی بے احتیاطی بھی اس کا سبب تھی۔ اللہ آپ کو اور مجھے دونوں کو معاف کرے۔ یوں بھی میں ایک نئی زندگی شروع کرنے جارہی ہوں۔ دو دن بعد میرا ایک ایسے شخص سے رشتہ قائم ہونے والا ہے جو مجھے ایسے تمام نام نہاد رشتوں سے جو کانچ کے بنے ہیں نجات دلا دے گا۔ میں نے آپ کو معاف کیا۔ اللہ بھی مجھے اور آپ کو معاف کرے (آمین)۔ خط کو پرزے پرزے کرتے ہوئے ہوا کے تیز جھونکوں کے سپرد کرتے ہوئے اس نے بصیر رضا تک معافی مل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جانے کی نوید سنانے کی ذمہ داری بھی ہوا ہی کے ذمہ لگائی تھی۔ وہ جانتی تھی بصیر رضا کے دل میں اترتا اطمینان اسے خود یہ یقین دلائے گا کہ وہ مریم کی عدالت سے بری کیا جا چکا ہے۔

☆☆

ختم شد